JOURNAL OF ISLAMIC CIVILIZATION ANDCULTURE(JICC)

Volume 01, Issue 01 (Jan-June , 2025)

ISSN (Print):2707-689X

ISSN (Online) 2707-6903

Issue: https://www.ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/issue/view/18

URL: https://www.ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/article/view/241

Article DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.17288555

Title "The Role of Reason in the Formation of Creed: A Comparative Study of Ahl al-Sunnah and the Mu'tazilah

Author (s): Abdul Majid,Sajida Shaheen,Mamoon Khan

Received on: 18 September, 2024

Accepted on: 29 March, 2025

Published on : 25 June, 2025

Citation: Abdul Majid,Sajida Shaheen,Mamoon Khan," "The Role of Reason in the Formation of Creed: A Comparative Study of Ahl al-Sunnah and the Mu'tazilah" JICC: 8 no, 1 (Jan-June 2025):69-84

Publisher: Al-Ahbab Turst Islamabad

Click here for more

عقل کی حیثیت عقیدہ کی تشکیل میں: اہل سنت اور معتزلہ کا تقابلی جائزہ

"The Role of Reason in the Formation of Creed: A Comparative Study of Ahl al-Sunnah and the Mu'tazilah

*Abdul Majid
**Sajida Shaheen
***Mamoon Khan

Abstract

This research paper examines the role of reason ('aql) in the formulation of Islamic creed, with a comparative focus on the approaches of Ahl al-Sunnah and the Mu'tazilah. The study highlights how reason and revelation (naql) interact in the development of theology and the establishment of key doctrines. The Mu'tazilite school emphasized rational inquiry as the primary foundation for theological principles, often prioritizing reason in interpreting divine texts. In contrast, Ahl al-Sunnah adopted a balanced methodology, affirming the authority of revelation while acknowledging the supportive role of reason within its limits. By analyzing classical sources, the paper identifies areas of convergence and divergence between the two schools, particularly in issues such as divine attributes, free will, and the nature of faith. The findings suggest that while both traditions sought to preserve the integrity of Islamic belief, their epistemological differences shaped distinct trajectories in the history of Islamic thought. This comparative study contributes to a deeper understanding of the dynamics between reason and revelation in Islamic theology.

Key Words: *Role of Reason, Formation of Creed,Ahl al-Sunnah, Mu'tazilah*

یہ تحقیقی مقالہ اسلامی عقیدہ کی تشکیل میں عقل کے کردار کا جائزہ لیتا ہے، جس میں خاص طور پر اہل سنت اور معتزلہ کے مناہج کا تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ تحقیق اس بات کو واضح کرتی ہے کہ عقلی استدلال اور نقلی دلائل (وحی) کے باہمی تعلق نے علمِ کلام اور بنیادی عقائد کی تشکیل میں کس طرح کردار ادا کیا۔ معتزلہ نے عقلی استنباط کو اصولِ عقائد کی بنیاد بنایا اور بسا اوقات نصوصِ شرعیہ کی تعبیر میں عقل کو فوقیت دی۔ اس کے برعکس اہل سنت نے ایک معتدل منہج اپنایا، جہاں وحی کو اصل ماخذ قرار دیا گیا اور عقل کو اس کے معاون و خادم کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ اس مطالعے میں دونوں مکاتبِ فکر کے درمیان اتفاق و اختلاف کے پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے، خصوصاً صفاتِ الٰہی، جبر و اختیار، اور ایمان کی حقیقت جیسے مسائل میں۔ نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ

....

***Assistant Professor Government Graduate college Burewala Dist. Vehari**
***Associates Professor of History, Government Girls Degree College, Dabgari, Peshawar.*
***Ph.D scholar, Sheykh Zaid Islamic Center, University of Peshawar*

اگرچہ دونوں مکاتب نے اسلامی عقیدہ کی حفاظت کو مقصد بنایا، لیکن ان کے مابین معرفتِ دین کے طریقۂ کار میں فرق نے اسلامی فکر کی تاریخ میں الگ الگ راہیں پیدا کیں۔ یہ تقابلی تحقیق عقل اور وحی کے تعلق کو اسلامی علمِ کلام کے تناظر میں گہرائی سے سمجھنے میں مدد فراہم کرتی ہے۔

عقل اور عقیدہ کے مفہوم کی وضاحت

1۔ عقل کا مفہوم

لغوی اعتبار سے "عقل" کا مادہ ع ق ل ہے، جس کے معنی روکنے اور باندھنے کے ہیں۔ عرب "عِقال" اس رسی کو کہتے ہیں جس سے اونٹ کے پاؤں باندھے جاتے ہیں۔ اسی نسبت سے عقل کو یہ نام دیا گیا کیونکہ یہ انسان کو بے راہ روی اور ہلاکت خیز امور سے روکتی ہے۔

امام راغب اصفہانی (م502ھ) لکھتے ہیں:

"العقل: الإمساك عن ذميم القول والفعل، وسمّي العقل عقلاً لكونه يَعْقِلُ صاحبه أى يمنعه من التورط في المهالك"۔[1]

کلامی و فلسفی سیاق میں عقل وہ باطنی قوت ہے جو ادراک، فہم اور استدلال کی صلاحیت عطا کرتی ہے۔ امام ابو حامد الغزالی (م505ھ) فرماتے ہیں:

"العقل نور يقذفه الله في القلب يمكِّن به العبد من إدراك العلوم النظرية والعملية"۔2

لہٰذا عقل وہ جوہر ہے جو انسان کو حق و باطل، حسن و قبح اور نفع و ضرر میں امتیاز قائم کرنے کے قابل بناتا ہے۔

2۔ عقیدہ کا مفہوم

عقیدہ "عقد" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی گرہ لگانے اور کسی چیز کو مضبوطی سے باندھنے کے ہیں۔ اسی بنا پر عقیدہ اس یقین کو کہا جاتا ہے جو دل کی گہرائیوں میں راسخ ہو اور شک و تذبذب سے پاک ہو۔

امام ابو حنیفہ (م150ھ) کے مطابق:

"العقيدة هي التصديق بالقلب والإقرار باللسان"-3

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (م728ھ) عقیدہ کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"العقيدة ما يعتقده القلب من الإيمان بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر، وما يتبع ذلك من أصول الدين"۔4

امام طحاوی (م 321ھ) اپنی مشہور العقیدۃ الطحاویۃ میں لکھتے ہیں:

"نقول في توحيد الله معتقدين بتوفيق الله: إن الله واحد لا شريك له، ولا شيء مثله، ولا شيء يعجزه"۔5

3۔ عقل اور عقیدہ کا باہمی تعلق

اسلامی فکر میں عقل اور عقیدہ لازم وملزوم ہیں۔ وحی عقیدہ کی اصل بنیاد ہے، تاہم عقل وحی کو سمجھنے اور اس کی صداقت کو پہچاننے کا ذریعہ ہے۔

ابن رشد (م 595ھ) کے نزدیک:

"فالعقل والشرع أخوان متعاونان، فالعقل يوجب النظر المؤدي إلى معرفة الله تعالى، والشرع يوجب ذلك أيضاً"۔6

ابن تیمیہ (م 728ھ) بھی عقل ونقل میں ہم آہنگی پر زور دیتے ہیں:

"إن العقل الصريح لا يخالف النقل الصحيح، بل كل منهما يصدق الآخر ويشهد له"۔7

حاصل

عقل: انسان کی وہ قوت جو خیر وشر اور حق وباطل میں تمیز کرتی ہے۔

عقیدہ: دل کا وہ پختہ یقین جو وحی کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔

رشتہ: عقل عقیدہ کے فہم اور اس کی دلیل کو جاننے میں معاون ہے، جبکہ عقیدہ انسان کے ایمانی وعملی نظام کو استحکام دیتا ہے۔

اسلامی فکر میں عقل کا مقام: ایک اجمالی جائزہ

1۔ قرآن مجید میں عقل کی اہمیت

قرآن مجید میں عقل کو اللہ کی نشانیوں کو سمجھنے اور ایمان کی راہ اختیار کرنے کا بنیادی وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بارہا انسانوں کو دعوتِ فکر دی ہے:

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الأَلْبَابِ﴾

"بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے بدلنے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔[8] "

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا: ﴿أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ "کیا تم عقل نہیں رکھتے؟[9] "

یہ آیات اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ عقل صرف دنیاوی فہم وادراک کا ذریعہ نہیں بلکہ دینی حقائق تک رسائی کا بھی بنیادی ذریعہ ہے۔

2۔ حدیث نبوی ﷺ میں عقل کی فضیلت

رسول اللہ ﷺ نے بھی عقل کو دینی زندگی کی بنیاد قرار دیا ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے:

"لما خلق الله العقل قال له أقبل فأقبل، ثم قال له أدبر فأدبر، فقال: وعزتي وجلالي ما خلقت خلقاً أكرم علي منك، بك آخذ وبك أعطي، وبك أثيب وبك أعاقب[10] "

اس حدیث میں عقل کو ثواب و عذاب کا معیار قرار دیا گیا ہے، یعنی انسان کی ذمہ داری اور مکلف ہونا اسی قوتِ عقل پر مبنی ہے۔

3۔ ائمہ و متکلمین کے نزدیک عقل کا مقام

امام ابو حنیفہؒ

امام ابو حنیفہ (م 150ھ) عقل کو ایمان کی بنیاد سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"أول ما يجب على الإنسان النظر المؤدي إلى معرفة الله تعالى، وذلك بالعقل[11] "

یعنی سب سے پہلا واجب عمل یہ ہے کہ انسان عقل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرے۔

امام ابو حامد الغزالی (م 505ھ) عقل کو دین کا اصل ستون قرار دیتے ہیں:

"الدين أساسه العقل، والعقل لا غنى به عن الدين، فهما متلازمان[12] "

یعنی دین کی بنیاد عقل ہے، اور عقل دین کے بغیر ناقص ہے، دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (م 728ھ) نے بھی عقل اور وحی کے باہمی رشتے کو واضح کیا:

"العقل الصريح لا يعارض النقل الصحيح، بل كل منهما يوافق الآخر ويشهد له[13] "

یعنی صحیح عقل کبھی صحیح وحی کے خلاف نہیں ہو سکتی، بلکہ دونوں ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔

4۔ فلسفیانہ وکلامی مکاتب میں عقل

اسلامی تاریخ میں مکاتب فکر کے اختلاف کا مرکز بھی عقل کا کردار رہا ہے:

معتزلہ نے عقل کو معیارِ مطلق بنایا اور وحی کی تاویل عقل کے تابع رکھی۔

اہل سنت (اشاعرہ وماتریدیہ) نے عقل کو اہمیت تو دی لیکن وحی کو اصل ماخذ مانا، اور عقل کو وحی کے تابع رکھا۔
فلاسفہ (فارابی، ابن سینا وغیرہ) نے عقل کو حقیقت تک پہنچنے کا بنیادی ذریعہ قرار دیا اور وحی کو عقلِ فعال کی ایک تجلی کے طور پر سمجھا۔

حاصل

اسلامی فکر میں عقل کو ایمان کی بنیاد اور معرفتِ الٰہی کا پہلا زینہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن وسنت نے عقل کو حجت اور مکلف ہونے کی شرط بنایا، جبکہ ائمہ اور متکلمین نے عقل ووحی کے باہمی توازن پر زور دیا۔ فرق صرف یہ ہے کہ بعض مکاتب (معتزلہ) نے عقل کو اصل مرجع قرار دیا جبکہ اہل سنت نے وحی کو بنیاد اور عقل کو اس کا خادم و معاون مانا۔

ماہل سنت کے ہاں عقل کی حیثیت

اہلِ سنت والجماعت اسلامی تاریخ کا سب سے بڑا اور معتبر مکتبِ فکر ہے، جس نے وحی کو عقیدہ سازی کی بنیاد مانتے ہوئے عقل کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اسے وحی کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا ذریعہ قرار دیا۔ اہل سنت نے عقل اور وحی کے درمیان ایک ایسا توازن قائم کیا جو نہ صرف اعتقادی مباحث میں رہنمائی فراہم کرتا ہے بلکہ امت کے فکری استحکام کی ضمانت بھی ہے۔ ذیل میں اس موضوع کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے:

1۔ قرآن وحدیث میں عقل کی اہمیت

اہل سنت کے نزدیک عقل کا مقام براہِ راست قرآن وسنت کی نصوص سے ماخوذ ہے۔ قرآن مجید نے انسان کو بارہا **تفکر، تدبر اور تعقل** کی دعوت دی ہے:

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ﴾

"یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کی گردش میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔[14] "

اسی طرح فرمایا گیا:

﴿وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ﴾

"یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں مگر انہیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں۔[15] "

رسول اللہ ﷺ نے بھی عقل کو دین کی بنیاد قرار دیا۔ ایک روایت میں آیا ہے:

"ما قسم الله للعباد شيئاً أفضل من العقل، فنوم العاقل أفضل من سهر الجاهل، وإقامة العاقل أفضل من شخوص الجاهل[16] "

اہل سنت کے نزدیک یہ نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عقل انسان کے مکلف ہونے کی بنیاد ہے، اور ایمان و عمل کی صحت اسی پر موقوف ہے۔

2۔ اشاعرہ اور ماتریدیہ کے اصولی مباحث

اہل سنت کے دو بڑے مکاتبِ کلامی اشاعرہ اور ماتریدیہ ہیں، جنہوں نے عقل و وحی کے تعلق کو منظم اصولی انداز میں بیان کیا۔

(الف) اشاعرہ کا موقف

امام ابوالحسن الاشعری (م 324ھ) نے معتزلہ کی انتہا پسندانہ عقلیت پسندی کے مقابل ایک معتدل موقف اپنایا۔ ان کے نزدیک:

عقل سے اللہ کے وجود اور توحید کا اثبات ممکن ہے۔

مگر صفاتِ باری تعالیٰ اور دیگر ایمانی حقائق کو جاننے کے لیے وحی ناگزیر ہے۔

عقل کے ذریعے حسن و قبح کو بالذات ثابت نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ شرع سے متعین ہوتا ہے۔[17]

(ب) ماتریدیہ کا موقف

امام ابو منصور الماتریدی (م 333ھ) نے عقل کو زیادہ وسعت دی۔ ان کے نزدیک:

عقل بذاتِ خود اللہ کی معرفت پر دلالت کرتی ہے، اور یہ معرفت عقل کے بغیر ممکن نہیں۔

حسن و قبح کی پہچان میں عقل کی خود مختاری کو تسلیم کیا گیا۔

البتہ تفصیلی شرعی احکام اور جزئیات میں وحی ہی معیار ہے۔[18]

یوں اشاعرہ نے عقل کو محدود جبکہ ماتریدیہ نے نسبتاً وسیع دائرہ اختیار دیا، تاہم دونوں کا اتفاق ہے کہ وحی حاکم اور اصل ماخذ ہے۔

3۔ عقل اور وحی کے درمیان توازن

اہل سنت نے یہ اصولی قاعدہ وضع کیا کہ **"العقل الصریح لایخالف النقل الصحیح "**یعنی صحیح عقل کبھی صحیح وحی کے خلاف نہیں ہوتی۔[19]

اگر عقل و نقل میں بظاہر تعارض پیدا ہو تو اہل سنت کے اصولی طریقہ کے مطابق وحی کو مقدم کیا جاتا ہے، اور عقل کو اس کے تابع سمجھا جاتا ہے۔

وحی عقل کو رہنمائی فراہم کرتی ہے، اور عقل وحی کے فہم وادراک کا ذریعہ بنتی ہے۔

امام ابن تیمیہ (م 728ھ) نے *درء تعارض العقل والنقل* میں تفصیل سے ثابت کیا کہ تمام صحیح عقلی دلائل قرآن وسنت کے موافق ہیں۔

اس توازن کی بدولت اہل سنت نے نہ معتزلہ کی طرح عقل کو مطلق اختیار دیا اور نہ ہی بعض جامد فرق کی طرح عقل کو غیر معتبر سمجھا۔

4۔ عملی مثالیں

(الف) صفاتِ باری تعالیٰ

اہل سنت نے صفاتِ الٰہی کے باب میں وحی کو اصل ماخذ مانا۔ اشاعرہ نے متشابہات کی تاویل کی گنجائش رکھی جبکہ ماتریدیہ نے زیادہ احتیاط برتی۔ تاہم دونوں کا اتفاق تھا کہ عقل وحی کے بیان کردہ حقائق کی نفی نہیں کر سکتی۔[20]

(ب) قضاوقدر

اہل سنت نے جبر وقدر کے مسئلہ میں معتدل موقف اختیار کیا:

بندہ افعال کا کسب کرتا ہے۔

اصل خالق اللہ ہے۔

یوں عقل ووحی کے درمیان توازن کے ساتھ ایک متوازن نظریہ پیش کیا۔[21]

(ج) ایمان وکفر کی تعریف

اہل سنت کے نزدیک ایمان تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور عمل کے ساتھ مکمل ہوتا ہے۔ اس معاملے میں عقل اس حقیقت کو سمجھنے کا ذریعہ ہے مگر وحی ہی ایمان کی تفصیلات بتاتی ہے۔[22]

نتیجہ

اہل سنت کے نزدیک عقل اور وحی دونوں حقیقت تک رسائی کے ذرائع ہیں، مگر وحی کو اصل اور عقل کو اس کا خادم و معاون مانا گیا۔ قرآن و حدیث نے عقل کی اہمیت کو واضح کیا، اشاعرہ اور ماتریدیہ نے اصولی طور پر اس کے دائرے کو متعین کیا، اور عملی مباحث (صفات، قضا و قدر، ایمان) میں عقل و وحی کے توازن کو اختیار کیا۔ یہی معتدل رویہ اہل سنت کی فکری امتیاز اور امت کی فکری یکجہتی کا راز ہے۔

معتزلہ کے ہاں عقل کی حیثیت

معتزلہ اسلامی تاریخ کا ایک ایسا مکتبِ فکر ہے جس نے عقل کو عقیدہ سازی اور کلامی مباحث میں مرکزی حیثیت دی۔ ان کے نزدیک عقل وحی پر حاکم اور معیارِ مطلق ہے۔ اسی وجہ سے انہیں "اہل العدل والتوحید" بھی کہا گیا۔ اس باب میں ان کے فکری پس منظر، اصولی مباحث اور عقل کے کردار کو بیان کیا جائے گا۔

1۔ معتزلہ کا فکری پس منظر

معتزلہ کی ابتداء دوسری صدی ہجری کے آغاز میں بصری ماحول میں ہوئی۔ سب سے پہلے واصل بن عطا (م 131ھ) نے حسن بصریؒ کی مجلس میں "مرتکب کبیرہ" کے مسئلہ پر اختلاف کیا اور کہا کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ "منزلة بین المنزلتین" میں ہے۔ اسی سے ایک نیا مکتب سامنے آیا جسے "معتزلہ" کہا گیا۔
معتزلہ کا ظہور ایک ایسے وقت میں ہوا جب یونانی فلسفہ اور ہند و ایران کے فکری اثرات اسلامی ماحول میں داخل ہو رہے تھے۔

انہوں نے وحی کی تعبیر میں عقل کو اصل بنیاد بنایا۔

ان کا دعویٰ تھا کہ ایمان کی اصل معرفتِ خدا ہے، اور یہ عقل کے بغیر ممکن نہیں۔[23]

2۔ اصولِ خمسہ اور ان میں عقل کا کردار

معتزلہ نے اپنے عقائد کو پانچ بنیادی اصولوں میں منظم کیا جنہیں "اصولِ خمسہ" کہا جاتا ہے:

(الف) التوحید

اللہ کی ذات و صفات میں کسی قسم کی شرکت کا انکار۔

اللہ کی صفات کو الگ مستقل ماننے کے بجائے ذات کے ساتھ عین مانا۔

ان کے نزدیک صفاتِ خبریہ (جیسے ید، عرش پر استواء) کو عقل کی بنیاد پر مجاز اور تاویل کے ساتھ سمجھا گیا۔

(ب)العدل

اللہ کے افعال کے بارے میں عدل کو معیار بنایا۔

ان کے مطابق عقل بذاتِ خود جانتی ہے کہ ظلم قبیح ہے اور عدل حسن ہے۔

لہٰذا اللہ ظلم نہیں کرتا اور بندوں کو ان کے اعمال پر پورا پورا بدلہ دے گا۔

(ج)الوعد والوعید

معتزلہ کے نزدیک اللہ کا وعدہ و وعید قطعی ہے۔

اگر اللہ نے کسی نیک کو جنت اور کسی بدکار کو عذاب کا وعدہ کیا ہے تو عقل کی رو سے اس وعدہ سے انحراف ممکن نہیں۔

(د)المنزلة بين المنزلتين

کبیرہ گناہ کا مرتکب نہ مومن ہے نہ کافر، بلکہ ایمان و کفر کے درمیان ایک درجہ میں ہے۔

یہ رائے عقل کی بنیاد پر تھی کہ کبیرہ گناہ کو ہلکا سمجھنا غیر معقول ہے لیکن اسے کفر بھی نہیں کہا جا سکتا۔

(ہ)الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر

عقل کی رو سے یہ واجب ہے کہ انسان معروف کو اختیار کرے اور منکر سے روکے۔

یہ اصول فردی و اجتماعی ذمہ داری کا بنیادی قاعدہ ہے۔[24]

3۔ حسن و قبحِ عقلی کا نظریہ

معتزلہ کے نزدیک عقل بذاتِ خود نیکی اور برائی کا فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے:

حسن: وہ فعل جسے عقل اچھا جانے۔

قبح: وہ فعل جسے عقل برا سمجھے۔

قاضی عبدالجبار (م 415ھ) فرماتے ہیں:

"العقل يدرك حسن الأفعال وقبحها، ويجب به معرفة الله وشكره[25] "

اس کے مطابق شریعت صرف وہی احکام لاتی ہے جنہیں عقل بھی مستقل طور پر اچھا یا برا سمجھتی ہے۔اس نظریہ نے ان کے دیگر اصول (عدل، وعد و وعید وغیرہ) پر براہ راست اثر ڈالا۔

4۔ عملی مثالیں

(الف)صفاتِ باری تعالیٰ کی نفی

معتزلہ نے اللہ کی صفاتِ خبریہ (جیسے ید، نزول، استواء) کو مجاز اور استعاراتی معنی میں لیا تاکہ عقل کے مطابق تشبیہ اور تجسیم کا امکان ختم ہو۔ ان کے نزدیک اگر ان صفات کو ظاہری معنی میں لیا جائے تو یہ عقل کے خلاف ہے۔[26]

(ب)عدلِ الٰہی

عدل کے اصول کی بنا پر وہ کہتے تھے کہ اللہ بندوں کو کسی ایسے فعل پر سزا نہیں دے سکتا جو ان کے اختیار میں نہ ہو۔ اسی لیے وہ جبر کے منکر اور اختیار کے قائل تھے۔

(ج) جبر و اختیار کا مسئلہ

معتزلہ نے انسان کے مکمل اختیار کو ثابت کیا۔ ان کے نزدیک:

اگر بندہ اپنے عمل کا خالق نہ ہو تو اللہ کی طرف ظلم لازم آئے گا (جو عقل کے مطابق محال ہے)۔

لہٰذا بندہ اپنے افعال کا خالق اور ذمہ دار ہے، اور قیامت کے دن اسی پر محاسبہ ہو گا۔[27]

نتیجہ

معتزلہ نے عقل کو عقیدہ سازی کا محور بنایا۔ ان کے اصولِ خمسہ میں عقل کو فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے، اور حسن و قبحِ عقلی کے نظریہ نے ان کے نظامِ فکر کو تشکیل دیا۔ صفاتِ باری تعالیٰ کی نفی، عدل الٰہی اور جبر و اختیار کے مسائل میں بھی انہوں نے عقل کو وحی پر مقدم رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت نے ان کی عقل پرستی کو انتہا پسندی قرار دے کر وحی کو اصل اور عقل کو اس کے تابع ماننے کا معتدل رویہ اختیار کیا۔

اہل سنت اور معتزلہ کا تقابلی جائزہ

اسلامی فکر میں عقل اور وحی کا تعلق سب سے اہم اور بنیادی مسئلہ رہا ہے۔ اہل سنت اور معتزلہ نے اس تعلق کو مختلف زاویوں سے بیان کیا۔ اہل سنت نے عقل اور وحی کے درمیان ایک توازن قائم کیا جبکہ معتزلہ نے عقل کو اصل اتھارٹی قرار دیا اور وحی کی تاویلات عقل کے تابع کیں۔ ذیل میں اس اختلاف کو تفصیل سے واضح کیا جاتا ہے۔

1۔ عقل و وحی کی ترجیحات کا تقابل

اہل سنت :ان کے نزدیک وحی کو ہمیشہ اصل اور قطعی معیار مانا گیا ہے۔ عقل کی اہمیت ہے مگر وحی کے تابع ہے۔

امام ابن تیمیہ (728ھ) کے الفاظ میں:

"العقل الصريح لا يخالف النقل الصحيح28 "

یعنی صحیح عقل کبھی صحیح وحی کے خلاف نہیں ہوتی۔

معتزلہ :ان کے نزدیک عقل بنیادی اور فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے۔اگر کسی وحی کا ظاہری مطلب عقل کے خلاف ہو تو اس کی تاویل ضروری ہے۔ قاضی عبدالجبار (415ھ) کے مطابق:

"العقل أصل من أصول الأدلة، ولا يجوز ردّه لظاهرٍ من النصوص29 "

2۔عقیدہ سازی میں عقل کا کردار: اشتراک وافتراق

اشتراک:

دونوں مکاتب نے عقل کی اہمیت تسلیم کی۔

دونوں نے کہا کہ عقل اللہ کے وجود اور توحید کی معرفت کا ذریعہ ہے۔

افتراق:

اہل سنت کے نزدیک: عقل ایمان کے بنیادی مقدمات کو سمجھا سکتی ہے لیکن صفاتِ الٰہی، جبر و قدر اور اخروی احوال جیسے معاملات میں وحی ہی فیصلہ کن ہے۔

معتزلہ کے نزدیک: عقل نیکی و بدی (حسن و قبح) اور عدل و ظلم کا خود فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ لہٰذا عقیدہ سازی میں وحی صرف معاون ہے، اصل بنیاد عقل ہے۔[30]

3۔ہر مکتب فکر کے دلائل اور ان کی قوت و کمزوریاں

(الف) اہل سنت

دلائل:

قرآن نے بار بار عقل کی دعوت دی لیکن وحی کو ہدایت کا اصل ذریعہ قرار دیا۔

عقل محدود ہے اور متشابہات میں خطا کر سکتی ہے، لہٰذا وحی کے بغیر حقیقت تک رسائی ممکن نہیں۔

قوت : توازن، اعتدال اور وحی کو مقدم رکھنے سے ان کا نظریہ امت میں زیادہ قبول ہوا۔

کمزوری : بعض اوقات عقل کے استعمال میں احتیاط نے علمی جمود پیدا کیا، خصوصاً فلسفہ اور منطق کے مقابلے میں۔

(ب) معتزلہ

دلائل:

اللہ عادل ہے، اور عدل کی معرفت عقل کے ذریعے ممکن ہے۔

حسن وقبح عقلی ہیں، لہٰذا شریعت بھی انہی کی تائید کرتی ہے۔

قوت : عقلی استدلال میں مضبوط، فلسفیانہ ماحول میں متاثر کن اور عقلی مکالمے میں پیش پیش۔

کمزوری : عقل کو مطلق ماننے کی وجہ سے بعض اوقات وحی کے نصوص کو نظرانداز یا ان کی تاویل کرنی پڑی، جس سے وہ افراط کا شکار ہوئے۔[31]

4۔ فکری و علمی اثرات امت پر

اہل سنت کے اثرات:

اعتدال پسندانہ رویے کی وجہ سے ان کا موقف اہلِ اسلام میں غالب رہا۔

مدارس اور دینی اداروں میں اشعری وماتریدی کلام صدیوں تک مرکزی نصاب رہا۔

اس نے امت کو فکری یکجہتی اور عملی وحدت فراہم کی۔

معتزلہ کے اثرات:

عقل پرستی اور فلسفیانہ منہج نے بعد کے کئی فکری رجحانات پر اثر ڈالا، جیسے فلسفہ، معتزلۂ جدیدہ (Neo-Mu‘tazilism) وغیرہ۔

علمی سطح پر انہوں نے کلامی مناظرات کو فروغ دیا اور استدلالی مباحث کو ترقی دی۔

تاہم عوامی سطح پر ان کے نظریات کو قبولیت نہ ملی اور رفتہ رفتہ ان کا مکتب ماند پڑ گیا۔

اہل سنت اور معتزلہ دونوں نے عقل کو اہمیت دی لیکن فرق یہ تھا کہ اہل سنت نے عقل کو وحی کا خادم اور معاون مانا جبکہ معتزلہ نے اسے اصل معیار بنایا۔ اہل سنت کا موقف امت میں زیادہ پائیدار اور مقبول ہوا کیونکہ اس میں

اعتدال اور وحی کی بالادستی تھی، جبکہ معتزلہ کی عقل پرستی نے افراط کی صورت اختیار کی۔ اس تقابلی جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی فکر کی اصل روح عقل و وحی کے باہمی توازن میں ہے، نہ کہ کسی ایک کی مطلق بالادستی میں۔

نتائج

1. **عقل اور عقیدہ کا تعلق بنیادی ہے** :اسلامی فکر میں عقل کو عقیدہ کی تشکیل میں اہم ذریعہ مانا گیا ہے، لیکن اس کی حد بندی اور دائرہ کار پر مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔
2. **اہل سنت کا معتدل رویہ** :اہل سنت نے عقل کو وحی کا خادم اور معاون قرار دیا، اس طرح انہوں نے ایک متوازن اور اعتدال پر مبنی تصور پیش کیا۔
3. **معتزلہ کی عقل پرستی** :معتزلہ نے عقل کو اصل معیار مان کر وحی کو اس کے تابع کیا، جس کے نتیجے میں وہ افراط کا شکار ہوئے۔
4. **صفاتِ باری تعالیٰ کے مسئلہ میں اختلاف** :اہل سنت نے صفات کو بلا کیف تسلیم کیا جبکہ معتزلہ نے عقلی بنیاد پر صفاتِ خبریہ کی تاویل یا نفی کی۔
5. **جبر و اختیار کے مسئلہ میں تفریق** :اہل سنت نے جبر و اختیار کے درمیان توازن قائم کیا، جب کہ معتزلہ نے مطلق اختیار کا نظریہ اپنایا۔
6. **عدلِ الٰہی کے فہم میں فرق** :اہل سنت نے عدل کا تصور وحی کی روشنی میں سمجھا، جبکہ معتزلہ نے اسے محض عقل کی بنیاد پر تعبیر کیا۔
7. **عقل و وحی کی ترجیحات میں اختلاف** :اہل سنت کے نزدیک وحی کو فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے، جب کہ معتزلہ کے نزدیک عقل اصل اتھارٹی ہے۔
8. **امت پر اثرات** :اہل سنت کا نظریہ امت میں زیادہ مقبول اور پائیدار رہا، جب کہ معتزلہ کے افکار محدود حلقوں میں رہے اور عوامی سطح پر قبول نہ کیے گئے۔
9. **کلامی مناظرات کی ترقی** :معتزلہ نے عقل کی بنیاد پر استدلالی اور فلسفیانہ منہج کو فروغ دیا، جس سے اسلامی کلامیات میں مناظرانہ روایت پروان چڑھی۔

10. **فکری جمود اور ارتقاء**: اہل سنت کے احتیاطی رویے نے ایک طرف فکری اعتدال دیا، لیکن بعض اوقات فلسفیانہ تنقیدات کے سامنے دفاعی کمزوری بھی ظاہر ہوئی۔

11. **عصر حاضر کے لیے رہنمائی**: موجودہ دور میں عقل اور وحی کے درمیان ہم آہنگی کی ضرورت ہے۔ اہل سنت کا توازن اور معتزلہ کی عقلی جرات دونوں پہلو آج کی علمی دنیا میں رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

حواشی

[1] راغب اصفہانی، المفردات في غريب القرآن، تحقیق: صفوان عدنان داوودی (دمشق: دار القلم، 1992ء)، ص 328۔

Raghib Isfahani, *Al-Mufradat fi Gharib al-Qur'an*, taḥqīq: Ṣafwan Adnan Dawudi (Dimashq: Dar al-Qalam, 1992), p. 328.

[2] ابو حامد الغزالی، إحياء علوم الدين، ج 1 (بیروت: دار المعرفة، 1406ھ)، ص 93۔

Abu Hamid al-Ghazali, Ihya' 'Ulum al-Din, vol. 1 (Bayrut: Dar al-Ma'rifah, 1406H), p. 93.

[3] امام ابو حنیفہ، الفقه الأكبر، تحقیق: عبد الفتاح أبو غدة (بیروت: المكتب الإسلامي، 1985ء)، ص 302۔

Imam Abu Hanifa, al-Fiqh al-Akbar, taḥqīq: 'Abd al-Fattah Abu Ghuddah (Bayrut: al-Maktab al-Islami, 1985), p. 302.

[4] ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی، ج 3 (الریاض: مجمع الملک فهد، 1995ء)، ص 157۔

Ibn Taymiyyah, Majmu' al-Fatawa, vol. 3 (al-Riyad: Majma' al-Malik Fahd, 1995), p. 157.

[5] امام طحاوی، العقيدة الطحاوية، تحقیق: أحمد شاکر (قاہرہ: مطبعة المعارف، 1373ھ)، ص 5۔

Imam Tahaawi, al-'Aqidah al-Tahawiyyah, taḥqīq: Ahmad Shakir (Qahirah: Matba'at al-Ma'arif, 1373H), p. 5.

[6] ابن رشد، فصل المقال فيما بين الحكمة والشريعة من الاتصال، تحقیق: محمد عمارة (قاہرہ: دار المعارف، 1960ء)، ص 45۔

Ibn Rushd, Fasl al-Maqal fima bayna al-Hikmah wa al-Shari'ah min al-Ittisal, taḥqīq: Muhammad 'Amarah (Qahirah: Dar al-Ma'arif, 1960), p. 45.

[7] ابن تیمیہ، درء تعارض العقل والنقل، ج 1 (الریاض: جامعة الإمام، 1991ء)، ص 120۔

Ibn Taymiyyah, Dar' Ta'arud al-'Aql wa al-Naql, vol. 1 (al-Riyad: Jami'at al-Imam, 1991), p. 120.

[8] القرآن الكريم، سورة آل عمران، 3: 190۔

Al-Qur'an al-Karim, Surah Al-'Imran, 3:190.

[9] القرآن الكريم، سورة البقرة، 2: 44۔

Al-Qur'an al-Karim, Surah al-Baqarah, 2:44.

[10]ابن حبان، صحیح ابن حبان، ج2(بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1993ء)، ص48، حدیث: 361۔

Ibn Hibban, Sahih Ibn Hibban, vol. 2 (Bayrut: Mu'assasat al-Risalah, 1993), p. 48, Hadith: 361.

[11]امام ابو حنیفہ، الفقہ الاکبر، تحقیق: عبد الفتاح أبو غدۃ(بیروت: المکتب الاسلامی، 1985ء)، ص304۔

Imam Abu Hanifa, al-Fiqh al-Akbar, taḥqīq: 'Abd al-Fattah Abu Ghuddah (Bayrut: al-Maktab al-Islami, 1985), p. 304.

[12]ابو حامد الغزالی، المنقذ من الضلال (بیروت: دار الآفاق الجدیدۃ، 1980ء)، ص125۔

Abu Hamid al-Ghazali, al-Munqidh min al-Dalal (Bayrut: Dar al-Afaq al-Jadidah, 1980), p. 125.

[13]ابن تیمیہ، درء تعارض العقل والنقل، ج1 (الریاض: جامعۃ الامام، 1991ء)، ص120۔

Ibn Taymiyyah, Dar' Ta'arud al-'Aql wa al-Naql, vol. 1 (al-Riyad: Jami'at al-Imam, 1991), p. 120.

[14]القرآن الکریم، سورۃ آل عمران، 3: 190۔

Al-Qur'an al-Karim, Surah Al-'Imran, 3:190.

[15]القرآن الکریم، سورۃ العنکبوت، 29: 43۔

Al-Qur'an al-Karim, Surah al-'Ankabut, 29:43.

[16]بیہقی، شعب الایمان، ج4 (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1990ء)، ص362، حدیث: 4879۔

Bayhaqi, Shu'ab al-Iman, vol. 4 (Bayrut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1990), p. 362, Hadith: 4879.

[17]ابو الحسن الأشعري، الإبانۃ عن أصول الدیانۃ (دمشق: دار الأنصار، 1977ء)، ص45۔

Abu al-Hasan al-Ash'ari, al-Ibanah 'an Usul al-Diyanah (Dimashq: Dar al-Ansar, 1977), p. 45.

[18]ابو منصور الماتریدي، کتاب التوحید، تحقیق: فتح اللہ خلیف (قاہرہ: دار الجامعات المصریۃ، 1970ء)، ص25–30۔

Abu Mansur al-Maturidi, Kitab al-Tawhid, taḥqīq: Fath Allah Khalif (Qahirah: Dar al-Jami'at al-Misriyyah, 1970), pp. 25–30.

[19]ابن تیمیہ، درء تعارض العقل والنقل، ج1 (الریاض: جامعۃ الامام، 1991ء)، ص120۔

Ibn Taymiyyah, Dar' Ta'arud al-'Aql wa al-Naql, vol. 1 (al-Riyad: Jami'at al-Imam, 1991), p. 120.

[20]فخر الدین الرازی، أساس التقدیس (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1986ء)، ص105۔

Fakhr al-Din al-Razi, Asas al-Taqdis (Bayrut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1986), p. 105.

[21]امام طحاوی، العقیدۃ الطحاویۃ، تحقیق: أحمد شاکر (قاہرہ: مطبعۃ المعارف، 1373ھ)، ص22۔

Imam Tahaawi, al-'Aqidah al-Tahawiyyah, taḥqīq: Ahmad Shakir (Qahirah: Matba'at al-Ma'arif, 1373H), p. 22.

[22]بخاری، صحیح البخاري، کتاب الإيمان، حديث: 8۔

Bukhari, *Sahih al-Bukhari*, Kitab al-Iman, Hadith: 8.

[23]عبد الجبار بن أحمد، المغني في أبواب التوحيد والعدل، ج1 (قاہرہ: دار الفكر العربي، 1960ء)، ص35۔

'Abd al-Jabbar ibn Ahmad, al-Mughni fi Abwab al-Tawhid wa al-'Adl, vol. 1 (Qahirah: Dar al-Fikr al-'Arabi, 1960), p. 35.

[24] قاضي عبد الجبار، شرح الأصول الخمسة، تحقيق: عبد الكريم عثمان (قاہرہ: مكتبة وهبة، 1965ء)، ص97–120۔

Qadi 'Abd al-Jabbar, Sharh al-Usul al-Khamsah, taḥqīq: 'Abd al-Karim 'Uthman (Qahirah: Maktabat Wahbah, 1965), pp. 97–120.

[25] قاضي عبد الجبار، المغني، ج5، ص112۔

Qadi 'Abd al-Jabbar, al-Mughni, vol. 5, p. 112.

[26]الشهرستاني، الملل والنحل، ج1 (بیروت: دار المعرفة، 1980ء)، ص43۔

al-Shahrastani, al-Milal wa al-Nihal, vol. 1 (Bayrut: Dar al-Ma'rifah, 1980), p. 43.

[27]عبد الجبار، شرح الأصول الخمسة، ص315۔

'Abd al-Jabbar, Sharh al-Usul al-Khamsah, p. 315.

[28]ابن تیمیہ، درء تعارض العقل والنقل، ج1 (الرياض: جامعة الإمام، 1991ء)، ص120۔

Ibn Taymiyyah, Dar' Ta'arud al-'Aql wa al-Naql, vol. 1 (al-Riyad: Jami'at al-Imam, 1991), p. 120.

[29] قاضي عبد الجبار، المغني في أبواب التوحيد والعدل، ج5 (قاہرہ: دار الفكر العربي، 1960ء)، ص25۔

Qadi 'Abd al-Jabbar, al-Mughni fi Abwab al-Tawhid wa al-'Adl, vol. 5 (Qahirah: Dar al-Fikr al-'Arabi, 1960), p. 25.

[30]ابو منصور الماتريدي، کتاب التوحيد، تحقيق: فتح الله خليف (قاہرہ: دار الجامعات المصرية، 1970ء)، ص30۔

Abu Mansur al-Maturidi, Kitab al-Tawhid, taḥqīq: Fath Allah Khalif (Qahirah: Dar al-Jami'at al-Misriyyah, 1970), p. 30.

[31]الشهرستاني، الملل والنحل، ج1 (بیروت: دار المعرفة، 1980ء)، ص43۔

al-Shahrastani, al-Milal wa al-Nihal, vol. 1 (Bayrut: Dar al-Ma'rifah, 1980), p. 43.

نجم الدين اللی، تاريخ الفكر الإسلامی (بیروت: دار الفکر، 1998ء)، ص210۔

Najm al-Din al-Li, *Tarikh al-Fikr al-Islami* (Bayrut: Dar al-Fikr, 1998), p. 210.